علمی تحقیق

اِیمان کے ستّر (۷۷) شعبے

مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہرعلوم سہارنپور

قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (ابراہیم: ۲۴)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالی نے کلمۂ طیبہ کی کیسی مثال بیان کی ہے کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ (زمین میں) مضبوطی سے جمی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اس آیتِ کریمہ سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ ایک تو ہے اَصل کلمۂ توحید، اور دوسری چیز ہیں اُس پر متفرع ہونے والے اعمال واقوال، اور اُس کی جڑوں سے پھوٹنے والے احوال۔ اول کا تعلق دِل کی گہرائیوں سے ہے، اور ثانی کا تعلق دِل کی پہنائیوں سے لے کر زبان اور دیگر اعضاو جوارح کی وسعتوں تک ہے۔

اسی مضمون کو ایک حدیثِ پاک میں اِس طرح بیان فرمایا گیا ہے الإيمانُ بضعٌ وسبعونَ شعبةً، فأفضلُها قولُ ''لا إله إلا الله''، وأدناها إماطةُ الأذى عن الطريق، والحياءُ شعبةٌ من الإيمان

ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں، اور حیاء بھی ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے، اور ان شعبوں میں سب سے افضل ''لاالٰہ الا اللہ'' کا زبان سے اقرار کرنا ہے اور ادنی درجہ: راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے۔

ستر کے عدد سے کیا مراد ہے؟

حدیث میں مذکور بِضعٌ وسبعونَ (ستر سے زائد) کی تشریح میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے کثرت کے معنی مراد ہیں، تحدید وتعیین مقصود نہیں، جیسے آیت کریمہ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (التوبۃ: ۸۰) میں لفظِ ''سبعین'' سے بالاتفاق کثرت کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔

علامہ طیبیؒ اسی کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں: کثرت کے معنی مراد لینا بہتر ہے، کیونکہ کسی خاص

عدد کا بیان کرنا مقصود ہوتا تو شعبوں کی تفصیلات کو مبہم نہ رکھا جاتا (الکاشف عن حقائق السنن ۲/۴۴۰)۔

علامہ طیبیؒ کی تائید میں یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ بعض علماء نے فرمایا کہ اہل عرب ''سبع'' (سات/۷) اور ''سبعون'' (ستر/۷۰) کا لفظ عموماً مبالغہ کے موقع پر استعمال کرتے ہیں (الکاشف، وأیضاً عمدۃ القاری ا/۱۲۷)۔

تاہم دیگر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہاں کثرت کے معنی مراد نہیں، بلکہ خاص عدد ہی مراد ہے، اور تین کے علاوہ بقیہ شعبوں کو مبہم رکھا گیا، اِس لیے کہ اصل مقصود ان پر اجمالاً ایمان لانا ہے، ان شعبوں کو متعین کرنا اور ان کی تفصیلات پر واقفیت حاصل کرنا ضروری نہیں۔

چنانچہ علامہ خطابیؒ، قاضی عیاضؒ اور امام نوویؒ وغیرہم فرماتے ہیں کہ ایمان کے مجموعی اصول وفروع یقینی طور پر معلوم اور ثابت شدہ ہیں، اور حدیث میں مراد شعبوں کی تفصیل وتعیین شارع کے بیان کی محتاج ہے، جو ہمارے سامنے ہے نہیں، اِس لیے ان امور پر اجمالاً ہی ایمان لانا کافی ہے، جیسا کہ ملائکہ پر بھی صرف اجمالی ایمان مطلوب ہے، ان کی تفصیلات کی نہ ہم کو تحقیق ہے، نہ ہم اس کے مکلف ہیں۔

مگر بہت سے علماء نے کتاب وسنت کے الفاظ ونصوص میں غور وفکر کرنے کے بعد اِیمان کے ان شعبوں کو شمار کرنے کی بھی کوشش کی ہے، چنانچہ مشہور محدث حافظ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ:

> ''چوں کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ ہمیشہ مفید وبامعنی بات ہی کا تکلم فرماتے ہیں اور آپ کی احادیث میں کوئی بھی حدیث غیر معلوم المعنی نہیں ہے، اِس لیے میں نے ایک طویل عرصے تک اس حدیث کے معنی میں غور وفکر کیا، اور مرادِ رسول تک پہنچنے کی کوشش کی، چنانچہ اس حدیث کے معنی کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے میں نے بحیثیتِ مجموعی اِیمانیات کے تحت مذکور طاعات کو شمار کرنا شروع کیا تو وہ ستر کے عدد سے کہیں زائد نکلیں۔ پھر میں نے صرف اُن طاعات کو جمع کرنا شروع کیا جن پر احادیث میں ''من الإیمان'' جیسی خاص تعبیرات کا اطلاق کیا گیا ہے، تو وہ ستر کے عدد تک نہیں پہنچ سکیں۔ تو میں نے قرآن کی طرف رجوع کیا اور اس کی ایک ایک آیت کی تدبر کے ساتھ تلاوت کی اور اللہ تعالی کی بیان کردہ طاعات کو شمار کیا تو وہ بھی ستر کے عدد سے کم تھیں۔ پھر میں نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہر دو میں بیان کردہ طاعات کو ملا کر (حذفِ مکررات کے ساتھ) شمار کیا تو ان کی تعداد ستر سے نو زائد، پوری اُناسی (۷۹) تھی، نہ کم نہ زیادہ۔ اِس سے میری سمجھ میں آیا کہ اِس حدیث میں ایمان کے ستر سے زائد وہ شعبے مراد ہیں جو قرآن وحدیث میں ''اِیمان'' کے لفظ یا اُس سے اتصاف کے ساتھ متفرق طور پر مذکور ہیں۔ چنانچہ میں نے ان تمام شعبوں کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''وصف الإیمان وشُعَبُه'' میں جمع کردیا ہے'' اھ۔

حافظ ابن حبانؒ [ت: ۳۵۴ھ] کے علاوہ اور بھی کئی علماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، مگر اُنھوں نے مجموعی طور پر کل ''ستہتر'' (۷۷) شعبے شمار کرائے ہیں، اُن میں امام ابوعبداللہ الحلیمی [ت: ۴۰۳ھ] کی کتاب ''المنہاج فی شعب الایمان''، اور امام بیہقیؒ [ت: ۴۵۸ھ] کی تصنیف ''شعب الایمان'' زیادہ مشہور ہیں۔

مشہور مفسر اور شارحِ حدیث قاضی بیضاویؒ [ت: ۶۸۵ھ] نے حلیمیؒ اور بیہقیؒ وغیرہم کے طویل کتابی افادات کو ''تحفۃ الابرار'' (شرح ''مصابیح السنۃ'') میں نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ ملخص اور مرتب فرمادیا ہے، پھر علامہ طیبیؒ [ت: ۷۴۳ھ] نے بھی اسی کو اپنی شرحِ مشکوۃ ''الکاشف عن حقائق السنن'' میں نقل فرمادیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ [ت: ۸۵۲ھ] نے ''فتح الباری'' میں، اور علامہ عینیؒ [ت: ۸۵۵ھ] نے ''عمدۃ القاری'' میں اسی کو سامنے رکھتے ہوئے اُس کی مزید تنقیح وتہذیب اور تحریر بھی فرمادی ہے۔

ماضی قریب میں اِسی موضوع پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ [ت: ۱۳۶۲ھ] نے بھی ''فروع الایمان'' کے نام سے ایک رسالہ اردو زبان میں تصنیف فرمایا ہے، اور ہر ہر شعبے سے متعلق آیات وروایات کی روشنی میں نہایت عالمانہ اور حکیمانہ تشریحات بھی پیش فرمادی ہیں، جس سے یہ رسالہ عوام وخواص سب ہی کے لیے نہایت نافع اور مفید ہوگیا ہے۔

آئندہ سطور میں ہم اِن ہی بزرگوں کے کلام کی روشنی میں مزید تنقیح وتہذیب اور مختصر وضروری تشریح وتوضیح کے ساتھ ''شعب الایمان'' (اِیمان کے ستہتر/ ۷۷ شعبوں) کو اِجمالی طور پر شمار کرانا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں اور شرفِ قبول سے نوازیں، آمین۔

اِیمان کے ستہتر (۷۷) شعبوں کا بیان:

جب اللہ پر اِیمان کی حقیقت دِل میں موجود ہوتی ہے تو اُسی پر زبان سے اقرار کا بھی ترتّب ہوتا ہے، اور اُسی پر دیگر اعضاء وجوارح کے ذریعہ اعمال بھی متفرع ہوتے ہیں، اِس لحاظ سے کبھی ''اقرار باللسان'' اور ''عمل بالارکان'' کو بھی ''اِیمان'' کی حقیقت میں شامل کرکے بیان کردیتے ہیں۔

مگر محققین کے نزدیک ''اِیمان'' کی اصل حقیقت اور جڑ صرف ''اللہ کی ذات وصفات کو دِل سے ماننا اور تصدیق کرنا'' ہے، بقیہ اُمور اُس کے شعبے اور شاخ کے طور پر ہیں، اِیمان کی حقیقت میں داخل نہیں، جیسا کہ حدیثِ مذکور میں فأفضلُها قولُ ''لا إله إلا الله'' سے اِس کی طرف صاف اِشارہ بھی موجود ہے، کہ

"لاالہ الااللہ کے اقرار" کو ایمان کا افضل ترین شعبہ قرار دیا جارہا ہے، نہ کہ نفسِ ایمان۔ نیز اَصل کے بغیر شعبوں اور شاخ کا بھی تصور ممکن نہیں۔

لہٰذا نفسِ اِیمان تو قلبی تصدیق کا نام ہوا، اور اقرار اور دیگر اعمال اُس سے پھوٹنے والی شاخیں اور اُس پر متفرع ہونے والے شعبے ٹھہرے۔

پھر یہ "شُعبِ اِیمانیہ" اپنے مَظہر اور محل کے اعتبار سے تین قسموں پر ہیں:

۱— وہ اعمال واحوال جن کا تعلق دِل سے ہے ان کو "اعمال الجَنان" کہتے ہیں۔

۲— وہ اعمال جن کا تعلق زبان سے ہے اُن کو "اعمال اللِسان" کہتے ہیں۔

۳— وہ اعمال جو دیگر اعضاء وجوارح سے صادر ہوتے ہیں ان کو "اعمال الاَرکان" کہتے ہیں۔

دل سے متعلق اعمال

دِل سے متعلق اعمال کے کل تیس (۳۰) شعبے ہیں، جو ذیل میں بالترتیب ذکر کیے جاتے ہیں:

۱— اللہ تعالی کے لیے تمام خوبیوں اور کمالات کو ماننا، اور تمام نقائص اور معایب سے اُس کو منزہ ماننا۔

۲— یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی کے علاوہ جو کچھ ہے سب حادث ہے (پہلے نہیں تھا، خدا تعالی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا اور وقتِ موعود پر فنا ہوجائے گا)۔

۳— فرشتوں پر ایمان لانا (اُن مخصوص صفات کے ساتھ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے)۔

۴— اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا (قرآن وحدیث میں وارِد تفصیلات کے ساتھ)۔

۵— اُس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لانا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہوئے، کہ آپ کے بعد اَب کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، اور آپ ﷺ کی رسالت پر اِیمان لائے بغیر نہ کسی کا اِیمان معتبر ہوسکتا ہے، نہ کوئی عمل)۔

۶— تقدیر پر ایمان لانا۔

۷— آخرت پر ایمان لانا (اسی میں قبر کے سوالات، عذابِ قبر، حشر ونشر، دوبارہ زندہ کیا جانا، اور میدانِ قیامت میں جمع ہونا، پھر حساب وکتاب کا ہونا، میزانِ عدل کا قائم کیا جانا، اور پلِ صراط وغیرہ

امور بھی شامل ہیں)۔

۸— جنت اور اس کی نعمتوں کے برحق ہونے اور دائمی ہونے پر ایمان لانا۔

۹— جہنم اور عذابِ جہنم کے بھی برحق ہونے اور دائمی ہونے پر ایمان لانا۔

۱۰— اللہ تعالی سے محبت وعظمت کا تعلق رکھنا۔

۱۱— کسی سے بھی محبت وعداوت اللہ تعالی کے لیے ہی کرنا (انبیاء، اولیاء، صلحاء، آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم سے محبت کرنا اور کفار وفجار اور فساق ومبتدعین سے بغض اور فاصلہ رکھنا بھی اسی قبیل سے ہے)۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اللہ کے دشمنوں اور کھلم کھلا اُس کی نافرمانی کرنے والوں سے ''موالات'' (قلبی دوستی) بالخصوص جو صرف اپنی دنیاوی اَغراض، جذبات، اور قرابت ومحبت کے پیشِ نظر ہو وہ بہر حال ناجائز ہے، البتہ ''مُواسات'' (ہمدردی) کے تحت: ایسے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے، یا اپنے آپ کو ان کے شر سے بچانے کے لئے جو حسنِ سلوک کیا جائے، وہ جائز ہے۔

۱۲— حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا (آپ کی تعظیم کرنا، آپ کی اطاعت کرنا، آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، اور آپ کی ناموس کی حفاظت اور دفاع کرنا؛ یہ سب اُمور آپ کی محبت کے مقتضا اور حقوق میں شامل ہیں)۔

۱۳— تمام امور میں نیت کو خالص رکھنا (ریاکاری، دکھاوے سناوے اور منافقت سے بچنا)۔

۱۴— گناہوں پر ندامت کا ہونا اور اللہ تعالی کی طرف رجوع ہو کر اُس سے توبہ کرنا۔

۱۵— خوف وخشیت، یعنی اللہ تعالی کی عظمت اور ڈر دل میں پیدا کرنا۔

۱۶— شرم وحیاء کرنا (اللہ تعالی سے بھی اور بندوں سے بھی)۔

''حیاء'' دراصل باطنی وروحانی ''حیات'' کا نام ہے، جس کے اندر سے حیاء نکل جاتی ہے اُس کی روحانی موت واقع ہو جاتی ہے، اِس لیے حیاء ہی وہ صفت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی بچنا آسان ہوتا ہے، اور خلافِ مروءت اور نامناسب کاموں سے بھی بچنا آسان ہوتا ہے، اور اِنہی دونوں چیزوں کا لحاظ کرنے سے اِنسان کا دین بھی کامل ہو جاتا ہے، اور دنیاوی شرافت بھی حاصل ہو جاتی ہے، اِسی لیے تمام اِیمانی

شعبوں میں سے ''والحیاءُ شعبۃٌ من الإیمان'' کو مستقل طور پر اتنے اہتمام سے بیان فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے سے گناہوں سے اور نافرمانی سے بچنا آسان ہوجاتا ہے، اور بندوں سے شرم کرنے سے خلافِ مروّت اور نامناسب کاموں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے، اور اِنہی دونوں چیزوں کا لحاظ کرنے سے اِنسان کا دین بھی کامل ہوجاتا ہے، اور دنیاوی شرافت بھی حاصل ہوجاتی ہے، اِسی لیے تمام اِیمانی شعبوں میں سے والحیاءُ شعبۃٌ من الإیمان کو مستقل طور پر اتنے اہتمام سے بیان فرمایا گیا ہے۔

۱۷— اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور ہر حال میں اُس سے خیر کی امید رکھنا۔

۱۸— شکر ادا کرنا (اللہ تعالیٰ کا بھی، بندوں کا بھی)۔

واضح رہے کہ ''شکر'' اصلاً تو دِل کی ممنونیت اور جذبۂ اِحسان مندی کا نام ہے، البتہ اُس کا اِظہار زبان وقلم سے بھی کیا جاتا ہے، اور طرزِ عمل سے بھی، اور نعمت کی قدردانی کرتے ہوئے اُس کے صحیح اِستعمال کے ذریعے بھی۔

۱۹— وفائے عہد کرنا (اللہ سے کیے ہوئے وعدوں کو بھی اور مخلوق سے کیے ہوئے وعدوں کو بھی پورا کرنا)۔

۲۰— صبر اختیار کرنا (طاعات پر جمے رہنا، معاصی سے بچتے رہنا، اور مشکلات میں دل سے، یا زبان سے کوئی شکوہ شکایت نہ کرنا، اور عمل میں خلافِ شرع کوئی قدم نہ اٹھانا)۔

۲۱— تکبر نہ کرنا، بلکہ تواضع اختیار کرنا۔

جاننا چاہیے کہ حدیث شریف کے بموجب ''تکبر'' نام ہے **بَطْرُ الْحقِ، وغَمْطُ الناس** کا (یعنی کسی بھی مسئلہ میں حق واضح ہوجانے کے باجود اُس کو قبول نہ کرنا، اور لوگوں کو خود سے حقیر سمجھنا)۔

اِس لحاظ سے تواضع کی تعریف ہوئی: **قَبولُ الحقِ بلا اسْتِنكَافٍ، وغَمْطُ النفسِ مِن سائر الخَلْق** (بلاجھجک حق قبول کرلینا اور خود کو دوسروں سے کمتر سمجھنا)۔

تواضع کے آثار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خود کو اللہ کی طرف سے کسی فضیلت کا، یا مخلوق کی طرف سے کسی تعظیم وتکریم کا بذات خود مستحق نہ سمجھے، البتہ جو تعظیم کسی خداداد منصب یا موہوب شرف وفضیلت کے عرفی وقار کی حفاظت کے لئے کرائی جاتی ہے وہ اس سے علاحدہ ہے۔

اِکرامِ مسلم اور بڑوں کی تعظیم بھی تواضع کے تقاضوں میں شامل ہے۔

۲۲— عُجب (خود پسندی، خود بینی اور خود نمائی) کو چھوڑنا۔

یہاں تین الفاظ ہیں: ایک ''تکبر''، جس میں دوسروں کی تحقیر کا پہلو ہوتا ہے۔ دوسرے ''عجب''، جس میں اپنے کمال پر نظر ہوتی ہے، تیسرے ''مسرت'' جو کسی (دینی یا دنیوی) نعمت کے حصول پر، پائے جانے والے طبعی سرور اور خوشی کا نام ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، بلکہ اگر نظر اللہ کے فضل اور عطا پر ہو تو یہ ''مسرت'' اِیمان کی علامتوں میں سے ہے، فَافْهِمْ۔

۲۳— دل میں شفقت و مہربانی کا ہونا (عام خلقِ خدا پر بھی، اور بالخصوص چھوٹوں، کمزوروں اور زیر دستوں پر)۔

۲۴— حسد نہ کرنا (یعنی کسی کو ملی ہوئی نعمتوں، یا دینی یا دنیوی ترقی کو دیکھ کر نہ جلنا، اور اپنا دِل چھوٹا نہ کرنا، کیوں کہ ''حسد'' علامت ہے ''تقدیر'' پر شکوے کی، جو خود اِیمانی شان اور تقاضے کے خلاف ہے)۔

۲۵— دل کو کینہ سے پاک رکھنا (مسلمانوں کے ساتھ نصح و خیر خواہی اور ہمدردی و خیر سگالی کا تعلق رکھنا بھی اِس میں شامل ہے، اور حسنِ ظن رکھنا بھی۔ واضح رہے کہ بغیر کسی پختہ بنیاد کے کسی مسلمان سے بدگمانی کرنا حرام ہے، اور اچھا گمان رکھنا مستحب اور باعثِ ثواب ہے، اور خالی الذہن رہنا جائز اور مباح ہے)۔

۲۶— بے موقع غصہ نہ ہونا (اور ہر موقع کے لحاظ سے اسی کے مناسب غصہ کا اِظہار کرنا)۔

۲۷— دھوکہ اور فریب نہ دینا۔

۲۸— دنیا سے محبت نہ رکھنا۔

جاننا چاہیے کہ جاہ، یا مال کی محبت، یا خواہشاتِ نفس کی پیروی: ''حبِ دنیا'' کہلاتی ہے، اور اِس ''حبِ دنیا'' کے مذموم ہونے کے مختلف مراتب ہیں: اگر نعوذ باللہ یہ اللہ ورسول کی محبت پر غالب آنے لگے، اور اُن کے اَحکام کی تابعداری میں رکاوٹ بننے لگے، پھر تو یہ سخت مذموم اور اِیمان کے تقاضے کے سراسر خلاف ہے۔ اور اگر اُس میں مانع نہ بنے تو اس کی اجازت ہے، اور دنیا کی محبت کا دِل سے بالکل نکل جانا، یا سرد پڑ جانا ''زہد'' کہلاتا ہے، جو اِیمان کا ایک خاص مرتبہ اور تصوف کا ایک خاص مقام ہے۔

۲۹— تقدیر پر راضی ہونا۔

واضح رہے کہ ایک تو ہے: ''تقدیر پر ایمان لانا''، جو نمبر ۶ پر گذرا، اُس کے معنی ہیں: اِس بات پر یقین رکھنا

کہ جو کچھ خوش گوار یا ناگوار حالات پیش آتے ہیں سب منجانب اللہ طے شدہ نظام کے مطابق ہوتے ہیں۔ دوسرے ہے: ''تقدیر پر راضی ہونا''، یعنی: اللہ کے فیصلوں کو دل سے قبول کرلینا، اور ان پر کوئی شکوہ شکایت نہ کرنا۔

پہلا مضمون تو شرائطِ ایمان میں سے ہے، اور اُس کا اِنکار کفر ہے، دوسرا مضمون کمالِ ایمان کا حصہ ہے، اُس میں کوتاہی معصیت ہے، صحابۂ کرامؓ کو رضا بالقضاء کا نہایت اعلیٰ مقام حاصل تھا، اِسی لیے اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''رضي اللہ عنهم و رضوا عنه'' کی خصوصی سند عطا فرمائی گئی۔

۳۰۔ توکل اختیار کرنا۔

جاننا چاہیے کہ تعلق مع اللہ کے تین درجات ہیں: ایک ہے ''اِیمان''، یعنی: اللہ کی ذات وصفات اور اَحکام کو دِل سے ماننا اور تصدیق کرنا۔ دوسرے ہے ''اِیقان''، یعنی: یقین اور اطمینان کی وہ کیفیت جو کسی کی تشکیک اور شبہ پیدا کرنے کی کوشش سے بھی متاثر اور متزلزل نہ ہو۔ تیسرے ہے ''توکل''، یعنی: اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اپنے سارے معاملات کے انجام کو خدا تعالیٰ کے حوالے کردینا، اور اَسباب کو بالذات یا باللزوم مؤثر نہ سمجھنا، گویا یہ بھی رضا بالقضاء ہی کا ایک خاص مرتبہ ہے۔ اور یہ کیفیت ترکِ اَسباب کو مستلزم نہیں ہے، بلکہ جائز اَسباب کے ساتھ بھی یہ مقام حاصل کیا جاسکتا ہے، بلکہ یہی اقرب الی السُنۃ ہے۔

تنبیہ: اُخروی نجات کے لئے ''ایمان'' کا درجہ حاصل کرنا شرط ہے، جب کہ ''اِیقان'' اور ''توکل'' کا درجہ ایمان کے کمال کا حصہ ہے، اُخروی نجات کے لیے شرط نہیں ہے، خوب سمجھ لینا چاہیے۔

یہ تفصیل تو دل سے متعلق اعمال کی تھی۔ (باقی آئندہ)

جہنم سے براءت:

حضرت عمر بن الخطابؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص مسجد میں جماعت کے ساتھ چالیس رات نماز پڑھے اور اس سے نماز عشاء کی پہلی رکعت نہ چھوٹے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی وجہ سے جہنم سے آزادی لکھ دیتے ہیں۔ (رواہ ابن ماجہ، ۵۸)

علمی تحقیق

دوسری وآخری قسط

اِیمان کے ستتّر (۷۷) شعبے

مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

۲— : زبان سے متعلق اعمال کے سات شعبے ہیں:

۳۱—زبان سے اللہ تعالی کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔

۳۲—تلاوتِ قرآن (اصل یہ ہے کہ ضروری شرائط پوری کر کے قرآن کو تدبر کے ساتھ سمجھ کر پڑھا جائے ،لیکن بے سمجھے پڑھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں، اُس میں بھی ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، بس دونوں کے وزن میں فرق ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم)۔

۳۳—علم سیکھنا۔

۳۴—علم سکھانا۔

واضح رہے کہ ’’علم‘‘ نام ہے حق وباطل، صحیح وغلط اور اچھے وبرے کے درمیان فرق سمجھنے اور تمیز کرنے کی صلاحیت کا۔جس کو یہ صلاحیت دینی اُمور، شرعی مسائل اور اِسلامی عقائد واَحکام سے متعلق حاصل ہوجاتی ہے اُس کو ’’عالمِ دین‘‘ کہتے ہیں۔

نیز شریعت میں اُس ’’علم‘‘ کا سیکھنا اور سکھانا ’’اِیمان کا شعبہ‘‘ اور عبادت کا حصہ ہے جو اللہ کی ذات وصفات کی، یا اُس کے اَحکام کی معرفت کا ذریعہ ہو؛ خواہ اَصالۃً، جیسے تفسیر وحدیث اور فقہ وتصوف کا علم، خواہ بالواسطہ، جیسے نحو وصرف، لغت ومعانی، بلاغت وبیان، منطق وفلسفہ، طب وسائنس اور تاریخ وجغرافیہ وغیرہ کا وہ حصہ جو قرآن وحدیث کے سمجھنے میں معاون ہو، بشرطے کہ اِن علوم کو علومِ مقصودہ کے معاون کے طور پر ہی حاصل کیا جائے۔

ان کے علاوہ جو علوم وفنون ہیں وہ اگر شریعت کی طرف سے ممنوع نہ ہوں، اور اصل مقصدِ تخلیق (اللہ کی معرفت اور عبادت) میں مخل اور حارج بھی نہ ہوں، پھر اُن کو خدمتِ خلق، یا خدمتِ دین کا ذریعہ بنالیا جائے تو وہ

بھی بالواسطہ ''اِیمان کا شعبہ'' اور عبادت کا حصہ بن جائیں گے، جیسے طب وکیمیا، اور دیگر صنعت وحرفت۔

تاہم اُن کا ''اِیمان کا شعبہ'' ہونا اور موجبِ اجر وثواب ہونا بطور ''علم'' اور تعلیم وتعلم کے نہ ہوگا، بلکہ بوجہ خدمتِ خلق یا خدمتِ دین کے ہوگا، کیوں کہ شریعت کی اصطلاح میں ''علم'' کا اطلاق صرف قرآن وحدیث، اور فقہ وتصوف کے علوم پر، یا ان کے معاون علوم پر ہی کیا جاتا ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: إن كل ما ثبت بالسنة الافتقار إليه لا يلزم أن يكون علماً، كالحجامة والزراعة والنساجة، فإنها من فروض الكفاية، ولا تسمى علوماً. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۱/۳۱۸)۔

اور جو علوم وفنون شریعت کی طرف سے صراحتاً منع کیے گیے ہیں، وہ بہرحال ممنوع ہی رہیں گے، جیسے سحر وموسیقی اور کہانت وشعبدہ وغیرہ، اور جو علوم وفنون مذکورہ بالا خصوصیات اور عوارض سے خالی ہوں وہ عام حالات میں مباح ہوں گے، کہ نہ اُن پر ثواب ملے گا، نہ گناہ۔ واللہ اعلم۔

۳۵— اللہ تعالی سے دعاء کرنا (اپنے لیے بھی اور عامۃ المسلمین کے لیے بھی)۔

۳۶— ذکر کرنا۔ درود واستغفار بھی ذکر کا حصہ ہے، بلکہ اُس کے اعلی افراد میں سے ہے۔

۳۷— لغو اور ممنوع کلام سے بچنا (اِس میں فضول گفتگو، ہنسی ٹھٹا، بے فائدہ بحث مباحثہ، جھوٹ، غیبت، بہتان، چغلی، تمسخر واستہزاء، بے ہودہ گوئی، گالم گفتار، لعن وطعن، افشائے راز، خلافِ شرع گانا اور اَشعار پڑھنا وغیرہ سب داخل ہیں)۔

یہ فہرست زبان سے متعلق اعمال کی تھی۔

۳— وہ اعمال جن کا تعلق دیگر اعضاء وجوارح سے ہے

اُن کے چالیس شعبے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے کہ وہ اعمال اولاً تین نوع کے ہیں:

اولاً نوعِ اول میں وہ اعمال داخل ہیں جن کا تعلق خود مکلف کی ذات سے ہے، یہ کل بارہ شعبے ہیں:

۳۸— طہارت ونظافت (وضوء، غسل، اور بدن وکپڑے ومکان کی پاکی سب اس میں شامل ہے)۔

۳۹— نماز ادا کرنا (فرض، نفل، قضاء اور جنازہ سب نمازیں اس میں شامل ہیں)۔

۴۰— زکاۃ وصدقات ادا کرنا (غریبوں کو کھانا کھلانا، جود وسخاوت کرنا اور مہمان نوازی وغیرہ بھی اسی میں شامل ہے)۔

۴۱— فرض اور نفل روزوں کا اہتمام کرنا۔

۴۲— حج وعمرہ کی ادائیگی کرنا۔

۴۳— اعتکاف کرنا، اور لیلۃ القدر کی تلاش کرنا۔

۴۴— اپنے دین کی حفاظت، یا دین پر عمل کرنے میں سہولت کی نیت سے ہجرت کرنا۔

۴۵— نذر (منّت) کو پورا کرنا۔

۴۶— کھائی ہوئی قسم کا خیال رکھنا۔

۴۷— قسم، یا نذر، یا روزہ ٹوٹ جانے، یا ظہار پیش آجانے، یا قتلِ خطا ہوجانے کی صورت میں شرعی کفارہ کا ادا کرنا۔

۴۸— ستر کا خیال رکھنا (پردہ کا اہتمام، نگاہوں کی حفاظت، اور عفت و پاکدامنی اختیار کرنا بھی اِسی میں شامل ہے)۔

۴۹— قربانی کرنا۔

ثانیاً نوعِ ثانی میں وہ اعمال داخل ہیں جن کا تعلق اہل وعیال اور ان لوگوں سے ہے جن کے حقوق مکلف کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں، اور اس کے چھ شعبے ہیں:

۵۰— نکاح کرنا (اور اُس کے تمام متعلقہ حقوق ادا کرنا)۔

۵۱— اہل وعیال کے حقوق ادا کرنا اور خادموں کے ساتھ نرمی برتنا۔

۵۲— والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کی نافرمانی سے بچنا (استاذ، شیخ، مربی اور دیگر محسنین کے حقوق بھی اِس میں شامل ہیں، اور حسنِ سلوک کے تین بنیادی ارکان ہیں: عدمِ ایذاء، حسبِ ضرورت بدنی خدمت اور حسبِ حیثیت مالی خدمت)۔

۵۳— اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کی فکر کرنا (شاگرد، مرید اور دیگر زیرِ تربیت لوگوں کے حقوق بھی اس میں شامل ہیں)۔

۵۴— رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنا۔

۵۵— غلام کا اپنے آقا کی اطاعت کرنا۔

ثالثاً نوعِ ثالث میں وہ اعمال داخل ہیں جن کا تعلق عام لوگوں سے ہے، اور اس کے بائیس شعبے ہیں:

۵۶—انصاف کے ساتھ حکومت کرنا۔

۵۷—حتی الوسع جماعتِ مسلمین کے ساتھ رہنا، اُن سے شذوذ اور کنارہ کشی نہ اختیار کرنا۔

۵۸—مباح اور مشروع کاموں میں امیر کی اطاعت کرنا (گناہ اور معصیت کے کاموں میں نہیں)۔

۵۹—لوگوں کے درمیان صلح کرانا (حتی کہ اگر اس کے لیے حق سے بغاوت کرنے والوں سے قتال بھی کرنا پڑے تو بشرطِ استطاعت اور وجودِ شرائط اُس سے بھی دریغ نہ کرنا)۔

۶۰—نیکی کے کاموں میں تعاون کرنا، اور برائی کے کاموں میں شرکت نہ کرنا۔

۶۱—اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا۔

۶۲—اللہ تعالی کی مقرر کردہ حقوق کو نافذ کرنا (اگر حاکم ہو تو عملی طور پر شرعی قانون نافذ کرے، اور عالم یا مقتدا ہو تو حسب ضرورت وقدرت زبان سے اُس کی حقانیت کا اثبات کرے، اور عامی ہو تو کم از کم دِل سے شرعی قانون کو برحق اور ہر دور میں قابلِ تنفیذ سمجھے، اور خلافِ شرع قوانین کو کفریہ نظام کا حصہ مانے)۔

۶۳—بشرطِ استطاعت اور وجودِ شرائط جہاد کرنا اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنا۔

۶۴—امانتوں کا ادا کرنا (چندے میں اور مالِ غنیمت میں آئے ہوئے مال کو بیت المال تک پہنچانا بھی اس میں شامل ہے)۔

۶۵—بیمار کی مزاج پرسی اور عیادت کرنا، اور اگر ضرورت ہو تو تیمارداری اور خدمت بھی کرنا۔

۶۶—مسلمان کے جنازہ کے امور کو انجام دینا۔

۶۷—ضرورت مند کو قرض دینا، اور لینے والے کا حسبِ وعدہ ادا کرنا۔

۶۸—پڑوسی کا خیال رکھنا (بھوکوں کو کھانا کھلانا بھی اِسی میں شامل ہے)۔

۶۹—معاملات میں سچائی اور راستی اختیار کرنا، اور اپنی کمائی کو حلال رکھنے کی فکر کرنا (سود، رشوت اور فاسد معاملات سے بچنا)۔

۷۰—مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا (نہ تو بے جا خرچ کیا جائے، کہ اس کو "تبذیر" کہتے ہیں، اور نہ مصرف میں ضرورت سے زائد خرچ کیا جائے، کہ اس کو "اسراف" کہتے ہیں، اور یہ دونوں حرام ہیں)۔

۷۱—سچی گواہی دینا اور گواہی کو نہ چھپانا۔

۷۲—سلام کا جواب دینا۔

۷۳—چھینکنے والے کے ''الحمدللہ'' کہنے پر ''یرحمک اللّٰہ'' کہنا۔

۷۴—اگر کوئی مسلمان اپنے گھر دعوت دے تو اُس کی دعوت قبول کرنا (بشرطیکہ حلال وطیّب مال سے ہو، اور وہاں پر کسی منکر کا اندیشہ نہ ہو)۔

۷۵—لہو ولعب اور فضول کاموں سے بچنا (اِس میں ناجائز کھیل کود، اور بے مقصد تفریحات اور سیر سپاٹا بھی شامل ہے، جاننا چاہئے کہ شریعت میں اسی کھیل کی اجازت ہے جس کا مقصد یا تو اپنی جسمانی یا دماغی صحت اور قوت ہو، یا پھر بیوی بچوں کی تفریح ہو، بشرطے کہ اس کے اندر گناہ کا کوئی کام نہ ہو، اور وہ کھیل کسی شرعی حکم کی تعمیل میں مخل نہ ہو)۔

۷۶— مخلوق کو ایذاء نہ پہنچانا (اپنے ہاتھ سے، یا زبان سے، یا طرزِ عمل سے کسی کو بلاوجہِ شرعی کے تکلیف نہ دینا)۔

۷۷—راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا۔

جاننا چاہیے کہ معاشرت اور حقوق العباد کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو مالی نفع بھی پہنچانے کی کوشش کی جائے (جیسے کھانا کھلانا وغیرہ) اور جانی راحت بھی (جیسے سلام کرنا اور اُن کے لیے دعائیں کرنا)۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ مالی اور جانی میں سے کم از کم کوئی ایک فائدہ پہنچایا جائے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ نفع اور راحت نہیں پہنچا سکتے تو کم از کم کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دی جائے۔ پھر اپنی ذات سے تکلیف پہنچانے سے بچنا فرض ہے، اور عام ایذاؤں سے بچانے کی فکر کرنا مستحب ہے، جو اِیمان کا بھی آخری درجہ ہے، اور معاشرت کا بھی۔

مسک الختام : یہ کل ستہتر (۷۷) شعبے ہوئے، جن میں سب سے افضل اور اہم شعبہ: ''اللہ کی وحدانیت کا اقرار'' ہے، اور سب سے کم درجہ کا شعبہ ''راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا'' ہے، اور ''حیا'' سب سے اہم ترین شعبہ ہے، اِس لیے کہ شرم وحیا ہی کسی بھی خیر کی داعی اور محرک ہوتی ہے، کہ باحیا شخص دنیا وآخرت کی رسوائی اور شرمندگی کے خوف سے گناہوں سے بچنے اور طاعات کو بجالانے کی کوشش کرتا ہے،

ورنہ إذا لم تَستَحْيِ فاصنَع بما شِئتَ (بے حیا باش، ہرچہ خواہی کن) کا معاملہ رہتا ہے۔

فائدہ : شعب الایمان سے متعلق اِس زیر تشریح حدیث سے دو اہم باتیں اور معلوم ہوئیں:

پہلی یہ کہ عقائد کا درجہ دیگر اعمال واَحکام سے بڑھا ہوا ہے، جیسا کہ فأفضلُها قولُ "لا إله إلا الله" سے واضح ہے۔

دوسری یہ کہ بندہ سب سے پہلے اپنے عقائد واعمال کی درستگی کا مکلف ہے، دوسروں کی فکر کا درجہ اُس کے بعد ہے، جیسا کہ و أدناها إماطةُ الأذى عن الطريق میں اِس کی طرف اِشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک اپنے عقائد، اعمال اور احوال درست نہ ہوں دوسروں کی فکر ہی نہ کرے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں سے زیادہ اپنی اصلاح اور ترقی کی طرف متوجہ ہو، اور حسبِ موقع اور تقاضا دوسروں کی بھی فکر کرلے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور ہر مسلمان کو طاعات کا شوق اور رغبت عطا فرمائیں، اور گناہوں اور نفسانی خواہشات سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں، اور ہم سب کو اپنے مطیع وفرمانبردار بندوں میں شامل فرمالیں۔

و نَسأل اللهَ ربَّنا أن يَجعَلَنا وإيا كم مِمَن يُطِيعُه ويُطِيعُ رسولَه، ويَتَّبعُ رِضوانَه، ويَجتَنِبُ سَخَطَه، فإنما نَحنُ به ولَه. آمين.

وصلى الله وبارَك وسلَّم على سيدنا وسندنا وشفيعنا ومولانا محمد إمام النبيين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.